از مولانا سمیع الحق

اسمبلی ہال شام، بجکر ۳۰ منٹ - ۱۲/ اپریل ۸۲ء

مسودہ قانون شفعہ پر مجلس شوریٰ میں کی گئی تقریر

قانون شفعہ کا مسودہ ایوان میں پیش ہونے پر ۱۰/ اپریل کو دن بھر اس مسئلہ پر گرما گرم بحث ہوئی۔ کہ اس مسودہ کو عوام کی رائے حاصل کرنے کے لئے مشتہر کیا جائے اور آئندہ کسی موقعہ پر اسے زیر غور لایا جائے مولانا سمیع الحق نے اس ضمن میں مختصر تقریر میں کہا۔

جناب چیئرمین - مولانا سمیع الحق

مولانا سمیع الحق - یہ ایک اسلامی قانون کا مسودہ ہے اور یہ پہلا اسلامی قانون ہے جو اس ایوان میں آیا ہے اصولی طور پر مجلس شوریٰ کا اہم مقصد اس ملک میں اسلامی قانون نافذ کرنا ہے۔ اور اسی سمت میں یہ ایک اہم آئیٹم ہے مجلس شوریٰ کے لئے جو راہنما اصول مقرر کئے گئے ہیں ان میں یہ ہے کہ ہم نے اسلامی نظام کو تیز کرنے میں مدد دینا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کے علاوہ دو اور اسلامی قانون قاضیوں کے کورٹ اور دیت و قصاص سے متعلق تھے وہ بھی اسٹینڈنگ کمیٹی کی نظر کرم سے مؤخر کر دیئے گئے ہیں۔ اور اگر اب اس مسودہ کی تاخیر اور التوا کے لئے بھی آج تحاریک پیش کی جا رہی ہیں تو اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو یہ افسوسناک معاملہ ہوگا اور اس کا بڑا خراب اثر پڑے گا۔ ہماری حالت تو اسلامی نظام کے نفاذ کے بارہ میں یہ ہو گئی ہے کہ ؎

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن   دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں

یہاں کچھ حضرات نے کہا ہے کہ اس مسودہ کو عوام کی استصواب رائے کے لئے مشتہر کیا جائے۔ اگرچہ یہ مقصد پہلے بھی حاصل ہو چکا ہے لیکن اس سلسلے میں، میں عرض کرتا ہوں کہ کیا ہمیں اسلام یہ حق دیتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو نافذ کرنے کے لئے عوام سے اجازت لی جائے اور اس کے بارے میں عوام سے استصواب کریں۔ خدا اور رسول ﷺ کے طے شدہ قوانین اور احکام کے بارے میں اسلام ہمیں ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ ہم اس کے بارے میں عوام سے پوچھیں۔ ہمارے عوام بہت اچھے ہیں لیکن اگر خدانخواستہ عوام نے استصواب کے

نتیجے میں کسی اسلامی قانون کو مسترد بھی کر دیا تو کیا یہاں حاکمیت عوام کی ہے یا حاکمیت خدا تعالیٰ کی ہے۔ یہ عوام والی بات کے دور سے تو ہم گذر چکے ہیں اور اس کا خمیازہ بھی ہم نے بہت بھگت لیا ہے۔ یہ اہم ترین مسئلہ ہے تو اس لحاظ سے میری گذارش یہ ہے کہ اسے اہم ترین مسئلہ سمجھا جائے۔ یہاں ایک بزرگ نے کہا تھا کہ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ نہیں ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس میں جان مال اور جائیداد کے حقوق کے تحفظ اور راوروں کے ظلم و تعدی اور زیادتی سے بچنے کا سوال ہے۔ اسلام کی نگاہ میں مال اور جائداد کا تحفظ اور کسی کے ظلم و زیادتی سے بچانا اور بچنا یہ ایک اہم ترین بنیادی سوال ہے۔ تو اس لحاظ سے میں تمام ممبران سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ پوری گرمجوشی کے ساتھ اس مسودے کا خیر مقدم کریں۔ اور اس پر بحث کریں۔ یہ تاریخ میں پہلا مسودہ ہے جو صدیوں کے بعد اسلامی قوانین پر مبنی یہاں آیا ہے۔ آپ سب خوش قسمت ہیں کہ آپ کے سامنے ایسا مسودہ آیا ہے۔ اس میں اگر کچھ خامیاں، خرابیاں اور اختلافات بھی ہیں تو وہ ترامیم کی شکل میں پیش کی گئی ہیں یا پیش کی جائیں گی۔ اور ان کا ازالہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ ان معروضات کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (رپورٹنگ وفاقی کونسل سیکرٹریٹ)

> ۱۷ اپریل کی شام کی نشست میں مولانا سمیع الحق نے شفعہ کے مسودہ پر تقریر کی
> وفاقی کونسل کے سیکرٹریٹ کی قلم بند شدہ تقریر حسب ذیل ہے ——— !

جناب چیئرمین۔ مولانا سمیع الحق صاحب۔

مولانا سمیع الحق۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

جناب چیئرمین۔ میں زیادہ تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا۔ کافی حضرات اس موضوع پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس شفعہ کے قانون کے بارے میں کچھ بنیادی نکتے اٹھائے گئے ہیں۔ ان کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ مجھ سے پہلے فاضل مقرر کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ قرآن مجید میں شفعہ کے بارے میں احکام نہیں ہیں۔ تو یہ ایک بنیادی غلط فہمی ہے۔ کہ شریعت اسلامیہ کا ماخذ صرف قرآن کریم ہے۔ حالاں کہ شریعت کا بنیادی ماخذ جس طرح قرآن ہے اسی طرح سنّت نبوی بھی ہے اگر ہم ہر چیز کو قرآن میں تلاش کریں گے تو ہمیں پانچ وقت کی نمازوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ کسی آیت میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ شام کے تین رکعت فرض ہیں اور کسی آیت میں یہ نہیں کہ فجر کے دو ہیں اور عصر کے چار ہیں نہ ان مخصوص اوقات کا تفصیلات کے ساتھ ذکر ہے۔

سید سعید حسن:۔ جناب چیئرمین۔ میں نے یہ نہیں کہا ہے۔ معزز رکن کو نہیں پتہ۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ قوانین کے ماخذ قرآن، حدیث ......

مولانا سمیع الحق۔ اسی طرح زکوٰۃ کی تفصیلات قرآن میں نہیں ہیں۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی ہے اور مقادیر بیان کئے ہیں۔

چیئرمین۔ مولانا میں آپ کو روکنا نہیں چاہتا کہ یہ بات کہی جا چکی ہے۔

مولانا سمیع الحق۔ تو جناب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چھوٹی سے چھوٹی بات جو حضورؐ نے فرمائی اور ہمیں مستند طریقے سے پہنچ گئی اسے ہم قرآن کریم اور دین ہی کا حکم سمجھیں گے۔ ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے۔ ایک صحابی سے ایک خاتون نے دریافت کیا کہ جسم کو کھرچ کھرچ کر اس میں رنگ بھرنے کا مسئلہ کیا ہے۔ تو اس نے کہا یہ سختی سے منع ہے قرآن میں اس کا حکم موجود ہے۔ اس خاتون نے کہا میں الف لام میم سے لے کر والناس تک قرآن کریم پڑھتی ہوں اس میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں ہے اس چھوٹے سے مسئلہ کا۔ اس نے کہا کہ لو قرأتیہ لوجدتیہ اگر تم نے قرآن غور سے پڑھا ہوتا تو اس حکم کو وہاں پایا ہوتا۔ تو اس نے فرمایا کہ قرآن میں آیت کریمہ ہے۔ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا کہ جو حکم تمہیں رسول نے دیا اس پر سختی سے عمل کرو۔ اور جن باتوں سے آپ نے منع کیا اس سے منع ہو جاؤ۔ یہ ایک اصول ہمیں قرآن نے دیا ہے۔ اب اس مسئلہ میں حضورؐ نے جو رہنمائی دی ہے وہ بھی گویا قرآن ہی کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الحمدللہ قرآن کے ساتھ سنت کو بھی ہمارے آئین میں بنیادی ماخذ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد چونکہ کچھ ارکان نے شفعہ کے سلسلہ میں واضح احادیث کا مطالبہ کیا ہے تو ایوان کے سامنے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ لانا چاہتا ہوں جن میں ان افراد کی تفصیل موجود ہے۔ جنہیں حق شفعہ دیا گیا ہے۔

سید سعید حسن۔ جناب چیئرمین۔ میں نے یہ کہا ہے کہ رسول کریمؐ نے اگر کوئی فیصلہ اس قانون کے مطابق فرمایا تو وہ بھی حدیث ہے۔ صرف یہ کہنا کہ انہوں نے فرمایا۔ روایت ہے۔ وہ فیصلہ نہیں۔ میں نے فیصلہ کرنے کا حوالہ دینے کا ذکر کیا تھا۔

جناب چیئرمین۔ نہیں بس۔ آپ اعتراض نہ کریں۔ آپ اپنی بات کہہ چکے ہیں۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب والا۔ جائیداد میں شریک خلیط کا سب سے پہلا درجہ ہے۔ اس کے بعد جو حقوق میں شریک ہے۔ اس کا درجہ ہے۔ تیسرے نمبر پر جار ہے یعنی پڑوسی۔ تو یہاں سب سے پہلے میں شریک کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتا ہوں۔ امام مسلم کی کتاب ہے اور صحیح بخاری کی طرح اس کا درجہ ہے۔

عن جابر قال قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم بالشفعة في كل شركة لم تقسم ربعة او حائطاً لا يحل له ان يبيع حتى يؤذن شريكه فان شاء اخذ و ان شاء ترك فان باعه ولم يؤذنه فهو احق به (مسلم)

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے فیصلہ دیا شفعہ میں مشترک حصہ میں جب تک وہ تقسیم نہ ہوا ہو خواہ وہ مکان

ہو یا باغ تو اس میں شفعہ کا حق ہوگا شریک کو جو ملکیت میں شریک ہو۔ پھر اس میں قضی رسول اللہ کا لفظ ہے کہ صرف فرمایا نہیں بلکہ فیصلہ دیا حضورؐ نے شفعہ کا فیصلہ دیا ہے۔ جس کا ایک فاضل رکن نے مطالبہ کیا تھا۔

اسی طرح امام بخاری نے روایت نقل کی ہے۔

عن جابر قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالشفعۃ فی کل مالم یقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعۃ (بخاری)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے شفعہ کا ہر اس چیز میں فیصلہ کیا جو ہنوز تقسیم نہ کی گئی ہو اور شرکت باقی ہو لیکن جب اس کی حدود متعین اور راستے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تو اب بہ بنائے شراکت) شفعہ نہیں رہا۔

شفعہ ان تمام جائیدادوں میں ہے جب تک وہ تقسیم نہ ہوئے ہوں۔ آگے حضورؐ نے ایک جملہ فرمایا فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعۃ اگر چار بھائیوں کی مشترکہ زمین ہے۔ مثلاً انہوں نے اسے بانٹ دیا اور اس کی حد بندی کر دی یا حقوق میں اشتراک ہے اور راستے ایک کر دیئے گئے۔ پھر اس پر شفعے کا کوئی حق نہیں۔ اس سے ایک دوسری بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ دو بھائیوں میں زمین شریک تھی۔ اب اس ملکیت میں شراکت کی وجہ سے ان کو حق تھا شفعہ کا۔ لیکن جب زمین تقسیم ہوگئی۔ تو ان کا حق شفعہ نہیں رہا۔ اب اگر رشتہ داری کی وجہ سے بھی ان کو حق مل سکتا ہے۔ تو حضورؐ یہ نہ فرماتے کہ اب حق شفعہ نہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دو سگے بھائیوں میں یا باپ اور بیٹے میں بھی اگر زمین تقسیم ہوگئی تو پھر (بر بنائے شراکت) شفعہ کا حق نہیں ہوگا۔ کیونکہ ملکیت اب شریک نہیں ہے۔ پھر جوار کی وجہ سے اگر وہ چاہے گا تو حق جوار کی وجہ سے اس کو شفعہ کا حق حاصل ہوگا۔ جس میں اجنبی اور رشتہ دار سب برابر ہیں۔ یہ تو شریک کے بارے میں حدیث ہے۔ اسی طرح جار کے حق شفعہ کو دیکھئے۔ امام ابو داؤد کی کتاب صحیح اور مستند ہے تمام مسلمانوں کے نزدیک اس میں حضورؐ سے روایت ہے کہ جار الدار احق بدار الجار والارض جو مکان کا پڑوسی ہے یا جو زمین کا پڑوسی ہے وہ اس پڑوسی ہونے کی وجہ سے حقدار ہے اگرچہ شریک فی الملک نہ ہو اور شریک فی الحقوق بھی نہ ہو مگر اس کا حق ہوگا۔ اب ترتیب کیا ہے تینوں کی؟ وہ بھی خود حضور اقدسؐ نے متعین فرما دی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع (او کما قال)

یہاں اجتہاد کی باتیں ہو رہی ہیں مگر یہ اجتہاد کی باتیں نہیں۔ اجتہاد تو وہاں ہوگا جہاں حضور اکرمؐ سے پوری رہنمائی نہ حاصل ہوتی ہو۔ تو حضورؐ نے تو سب کچھ فرما دیا حقدار اور ان کی ترتیب بھی متعین کر دی۔ کہ ملکیت میں شراکت دار جو ہوگا اس کا پہلا نمبر ہے خلیط سے۔ خلیط وہ ہے جس کے صرف حقوق ہوں۔ پھر فرمایا کہ الخلیط احق من الشفیع جب خلیط اور پڑوسی کا مقابلہ آئے گا تو جو حقوق میں شریک ہے جو ملکیت میں

شریک ہے ان کا حق پہلے ہوگا۔ اس کے بعد جو جوار والا ہے اس کا حق ہے۔ اسی طرح سنن اربعہ ابوداؤد ترمذی وغیرہ حدیث کی کتابوں میں حضرت جابرؓ سے یہ روایت مذکور ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم الجار احق بشفعۃ جارہ ینتظر بہا و ان کان غائبًا اذا کان طریقہما واحدًا (ابوداؤد۔ مسند احمد ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ اگر وہ غائب (غیر موجود) ہو تو شفعہ کے لیے اس کا انتظار کیا جائے۔ مگر یہ شفعہ اس وقت ہوگا جب کہ دونوں ہمسایوں کا راستہ ایک ہو

جو پڑوسی ہے اور اس کا تیسرے غیر پر حق بنتا ہے تو اب وہ حقدار ہوگا اجنبی لوگوں سے۔ رشتہ داروں سے اور مختلف طبقے کے لوگوں سے اس کا انتظار کیا جائے گا۔ اگر وہ موجود نہ ہو۔ ینتظر بہا وان کان غائبًا آگے یہ بھی فرمایا کہ جب راستہ ایک ہے تو اسے ترجیح دی جائے گی۔ دوسری روایت حضرت ابورافعؓ کی ہے جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں ان سے روایت ہے۔

عن ابی رافع مولی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول الجار احق بسقبہ قیل یا رسول اللّٰہ ماسقبہ قال شفعتہ۔ یعنی پڑوسی اس زمین کا قریب اور نزدیک ہونے کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے صحابہ نے سقب کے بارہ میں دریافت کیا تو فرمایا کہ اس سے مراد شفعہ میں اس کا استحقاق ہے وہ قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے۔

اسی طرح ترمذی میں روایت ہے الجار احق بشفعتہ یہ میں نے مختصراً حضورؐ کی یہ چند روایات پیش کیں کہ حضورؐ نے ان تین شفعاء ہی میں حق شفعہ کو مخصوص اور محدود اور محصور کیا۔ اب ایک سوال یہ اٹھایا گیا جس وقت یہ مسودہ عوام میں مشتہر کر دیا گیا تھا کہ ان تینوں میں ہم کیوں محدود کریں جب کہ اوروں کی صریح مخالفت تو نہیں جناب والا یہاں مختلف حضرات تقریریں کرتے ہیں ان کی تمہید عجیب جوش و خروش کی ہوتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری تائید کی طرف آرہے ہیں۔ دلائل ہمارے حق میں دیتے ہیں۔ اور آخر میں یکدم پلٹ جاتے ہیں ان کی تقریروں میں تضادات ہوتے ہیں یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ شفعہ کے اس مسئلے میں کوئی ابہام، کوئی پریشانی ہے ہی نہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ یہ ان تین سے بھی زیادہ کو دیا جائے۔ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ ان تین سے بھی کم کر کے ان کو محدود کیا جائے۔ تو سمجھ نہیں آتی کہ یہ ابہام اور پریشانیاں کس چیز سے پیدا ہوگئی ہیں اب کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ چونکہ حضورؐ نے اوروں کی نفی تو نہیں کی اور انما کا کلمہ نہیں آیا۔ حالاں کہ یہ ایک علمی اصطلاح ہے اور قواعد لغت کی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ کلمہ حصر نہیں ہے۔ یعنی حضور اقدسؐ نے یہ تو نہیں فرمایا انما الشفعۃ للشریک الخ

کہ شفعہ ان تین تک محدود رہے۔ کیونکہ انّما حصر کا ہے اور وہ کلمہ نہیں اوروں کو بھی ملنا چاہئے۔ اور ان لوگوں نے دلیل پیش کی ہے کہ جیسے آیت زکوٰۃ میں ہے کہ انّما الصدقات للفقراء۔ مصارف زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے انّما کے کلمہ سے مخصوص کر لئے ہیں۔ اب جو آٹھ مصارف ہیں اب ان میں ہم نویں اور دسویں مصرف کا اضافہ نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے۔ ایک چیز کو محصور کرنے کے لئے انّما کا حرف اور حصر کے کلمات ضروری نہیں ہوتے الف لام اختصاص وہ بھی تخصیص کے لئے آتا ہے جیسے الحمد للہ ہے اب اس کا معنی یہ ہے کہ حمد اور تعریف وستائش ساری اللہ کے لئے ہے کسی اور کو ہم حمد میں شریک نہیں کر سکتے۔ ورنہ وہ کفر ہو جائے گا۔ حالاں کہ انّما تو نہیں۔ اب الحمد میں "ل" اختصاص کے لئے ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ایک جملہ کا مقام موخر ہو جاتا ہے اور اس کو مقدّم کر لیا جاتا ہے وہ بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ اور تخصیص ثابت کرتا ہے مثلاً نعبدُ ایاک ہونا چاہئے تھا نماز میں۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں مگر وہاں یہ کہا کہ ایّاک نعبد ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں۔ اور کسی اور کی نہیں کر سکتے۔ یہ حصر کس چیز سے ثابت ہوا۔ کسی جملہ کا حق دوسری جگہ تھا لیکن وہاں سے پہلے آیا اور اس کو پہلے کر دیا۔ یہ تقدیم ما حقہ التاخیر کہلاتا ہے۔ اسی طرح اگر میں کہوں کہ نہیں آیا اس ایوان میں مگر زید تو یہ استثناء بھی حصر کے لئے مفید ہو گیا۔ ما جاءنی من القوم الا زیدٌ اور پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضور اقدس ؐ کے زمانہ میں جب سارے حالات آپ کے سامنے تھے۔ حضور ؐ اور صحابہ ؓ کے رشتہ دار بھی تھے اور مختلف طبقے موجود تھے۔ آپ کو پتہ تھا کہ تکلیف لاحق ہو سکتی ہے۔ مگر شفعہ کا حق ان لوگوں کو نہ دیا۔ آج کہا جاتا ہے کہ شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کو نقصان سے بچایا جائے یعنی دفع ضرر مقصود ہے مگر یہ بھی ایک علمی اصطلاح ہے اسے حکمت کہتے ہیں۔ علت نہیں کہتے۔ دفع ضرر حکمت ہے اور علت اللہ اور اس کے رسول ؐ کا حکم ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ حکمت کے طور پر ایک چیز پیش کر دے مگر وہ علت نہیں ہوتی حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔ علت ہوتی تو ہم دفع ضرر کو عام کر دیتے۔ اس کی مثال ایسی ہے مثلاً جیسا کہ قرآن پاک میں کہا گیا کہ ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کی گواہی کے برابر ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وجہ بھی بیان کر دی کہ شاید ایک خاتون بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرا سکتی ہے۔ فتذکر احداھما الاخریٰ۔ مقصد بھول سے بچنا ہے۔ وہ مقصد حاصل ہو گیا۔ اب اگر ایک خاتون بڑی عالم ہے اس کا حافظہ مسلّم ہے۔ ہمیں پتہ ہے کہ وہ نہیں بھولتی تو اس قانون کو بدل تو نہیں سکتے۔ کہ اس ایک کی شہادت مرد کے برابر ہو جائے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کو حکمت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نماز پڑھو تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نماز نہیں پڑھتا اس لئے کہ میں متقی نہیں بن سکتا اس لئے نماز ہی چھوڑ دوں۔ نماز کی علت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ حضور ؐ کے زمانہ میں بھی یہ خطرات اوروں نے ظاہر کئے ہوں گے لیکن حضور ؐ نے کسی کو یہ حق نہیں دیا۔ حضور ؐ کی نظر بڑی وسیع تھی۔ اور شفقت بھی سب سے

بڑھ کر تھی۔ اب اگر ہم اس موضوع کو لیں کہ ضرر سے بچانا مقصود ہے تو پھر میرے خیال میں جو قوانین شفعہ پچھلے انگریزی دور کے جاری ہیں کے تحت ایک دکاندار اور کرایہ دار کو بھی حق ملنا چاہئے کیونکہ اس کو بھی ضرر ہے اگر وہ دکان خالی کرتا ہے تو اس کو ضرر پہنچتا ہے۔ اس کو کیوں نہ حق شفعہ دیا جائے۔ یا اگر کوئی کرایہ دار ہے تو وہ مکان خالی کرتا ہے تو اس کو بھی ضرر پہنچ سکتا ہے۔ آپ ایک ملازم رکھتے ہیں اور پھر اپنا کاروبار چھوڑ دیتے ہیں تو اس ملازم کو بھی حق ہوگا؟ اسی طرح میں نے زمین بیچی تھی آج اس کا دوسرا مالک ہے اس نے تیسرے کو بیچ دی تو پہلا مالک یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا بھی حق ہونا چاہئے۔ کیونکہ میں بھی کسی وقت اس زمین کا مالک تھا اس طرح یہ سلسلہ بڑا طویل ہو جائے گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر مزارعین کو حق دینے کا مسئلہ ہے تو سوال یہ ہے کہ یہ کس طرح فرض کر لیا گیا کہ اگر میں نے زمین بیچ دی تو اس سے مزارع کو نقصان پہنچے گا اور مشتری لازماً مزارع کو بے دخل کر دے گا۔ اگر مزارع محنت کرتا ہے دیانتدار اور با اصول ہے تو جس طرح میں نے اسے رکھا تھا اسی طرح دوسرا خریدار بھی اس کی ایمانداری کی وجہ سے اسے رکھ لے گا۔ محنتی اور ایماندار ملازم کی تلاش تو ہر وقت رہتی ہے لیکن اگر وہ محنت نہیں کرتا تو پھر تو مالک کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسے نکال سکتا ہے۔ اسلام کی نظر میں مالک کو بھی ضرر سے بچانا ضروری ہے۔ اور ملازم کو بھی بچانا ضروری ہے۔ ضرر سے سب کو بچانا مقصود ہے۔ ایک طبقہ کو نہیں۔ قانون میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی خاص فرد کا کیا ہوگا۔ کسی ایک طبقے کا کیا بنے گا۔ مفاد عامہ کو دیکھا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ ایک مجرم کو ۱۴ سال کی سزا دیتے ہیں اور اسے جیل میں ڈال دیتے ہیں۔ تو پھر آپ کو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس کے اہل و عیال پر کیا گزرے گی۔ وہ بھوکے پیاسے رہیں گے۔ ان کا کوئی کفیل نہیں ہوگا۔ پھر آپ کو یہ کہاں حق ہے کہ آپ اس کو جیل میں ڈالیں۔

ایک شخص قتل کرتا ہے اور اسے قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آپ یہ نہیں دیکھیں گے کہ اس کے خاندان کا کیا بنے گا۔ اور انہیں کتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مفاد عامہ کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر تو آپ چور کے ہاتھ بھی نہیں کاٹ سکتے کیونکہ اس کے اہل و عیال بھوکے رہیں گے اور اس کو ساری زندگی تکلیف پہنچے گی۔ تو قانون مفاد عامہ کے لئے بنایا جاتا ہے۔

یہاں ایوان میں مزارع اور غیر مزارع، رشتہ دار اور فلاں اور فلاں یہ ایک سسٹم بن کر رہ گیا ہے کہ گویا شریعت نے کوئی رہنمائی کی ہی نہیں۔ حالانکہ فقہ میں تمام تفصیلات موجود ہیں۔ خلافت راشدہ اور خلافت عباسیہ میں کئی کئی منزلہ مکانات اور عمارتیں موجود تھیں۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں کہ آج اٹھایا جائے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ یہ نبی ﷺ ہر دور میں شفعہ کے حقدار رہے ہیں۔ حضور ﷺ سے لے کر انگریزی

دور کے آخر تک کسی قانون میں کسی دور حکومت میں۔ خلافت عباسیہ۔ خلافت عثمانیہ۔ اور ہندوستان میں خلافت مغلیہ میں کسی دور میں یہ حق نہیں دیا گیا۔ حضورؐ نے جو حق دیا اس پر تمام صحابہ کرام اور ائمہ کرام نے اتفاق کیا۔ اسے کہتے ہیں تعامل امت۔ اب اگر ایک امام نے جار کے حق کی مخالفت کر بھی لی لیکن دوسرے متفق ہیں۔ اور مجموعی طور پر سب ائمہ ان تین ہی کے حق شفعہ پر متفق ہیں۔ اس کو اصطلاح میں اجماع مرکب کہتے ہیں اور ان تین سے زیادہ پر کسی کا اختلاف نہیں۔ پھر صحابہؓ کا دور آیا۔ ائمہ کرام کا دور آیا۔ اہل بیت کا دور آیا لیکن کسی کو یہ حق نہیں دیا گیا۔

بہر حال میں اپنی باتیں سمیٹ کر عرض کروں گا۔ کہ یہاں حاجی سیف اللہ صاحب نے ایک بات کہی اور مجھے افسوس ہے کہ ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ اگر ہر مسئلہ میں شریعت اور قانون میں فرقہ وارانہ اختلافات کو ابھارا جائے گا۔ تو کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ توجیہات اور تشریحات میں اختلافات ہو سکتے ہیں یہ تو آپ کے قانون دان حضرات اور وکلا بھی ایک مقدمہ میں متفق نہیں ہو سکے جج صاحبان مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہیں تو ہر ایک کا فیصلہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ پھر تو آپ اس سارے نظام عدل کو دریا میں ڈال دیں پھر تو آپ عدالتی نظام چلا ہی نہیں سکتے۔ تو اصول میں کبھی اختلاف نہیں رہا۔

ہمارے پاس اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ آئی ہے۔ اس کونسل میں شیعہ علماء۔ بریلوی اور دیوبندی علماء۔ جج وکلاء اور جدید عالم موجود تھے۔ ان سب نے متفقہ طور پر یہ رپورٹ پیش کی۔ شیعہ اور سنّی حضرات کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مجھ سے خود شیعہ عالم علامہ رضی نے کہا کہ ہم نے ایسا کوئی اختلافی جملہ نہیں کہا۔ ہم سنّی تو ان باتوں میں بڑے وسیع النظر ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے اسلامی فقہ کی عظیم کتاب ہدایہ ہے جس کا انگریزی ترجمہ یورپ میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں تمام تفصیلات موجود ہیں۔ کہ حق شفعہ کس کو ہے کس کو نہیں ہے۔ منقولہ جائیداد میں ہے یا غیر منقولہ جائیداد میں ہے۔ پانی کی صورت کیا ہوگی۔ نفٹوں کا نظام کیا ہو گا۔ اور ساری وضاحتیں اس میں موجود ہیں۔ مثلاً تین منزلہ عمارت کی صورت میں ایک شخص نچلی منزل پر رہتا ہے۔ اوپر والی منزل کا راستہ تیسری منزل پر ہے۔ ان کی سیڑھیاں تیسری منزل والے پر آتی ہیں اور دوسری والے کی سیڑھیاں الگ راستہ پر ہوں تو شفعہ کا حق وہ کہتے ہیں کہ پہلے والے کو ہوگا۔ اگر نیچے والے نے بیچ دیا تو پہلے والے کو ہو گا۔ اور اگر اوپر والے نے بیچ دیا تو نیچے والے کو ہو گا۔ درمیان والا متصل ہے۔ لیکن وہ چونکہ جار ہے، پڑوسی ہے تو حقوق میں شریک نہیں ہے اس کا نمبر تیسرا ہے۔ تو یہاں ایک جملہ اختلاف کا کہا گیا۔ ہمارے اسلام کے قوانین کی نظروں میں فروعی اختلافات اور فرقے نہیں ہوتے یہاں تک کہ مسلم اور غیر مسلم کی تمیز بھی نہیں کی جاتی۔ میرے سامنے ہدایہ کی کتاب ہے میں اس کتاب سے ایک

جملہ پڑھ کر سناتا ہوں۔

والمسلم والذمی فی الشفعۃ سواء

اور مسلمان اور غیر مسلم شفعہ کے تمام حقوق میں برابر ہیں۔ اگر ایک عیسائی ہمارے پڑوس میں ہے اور جار کی ساری سہولتیں اسے حاصل ہیں اور دوسرا جو کہ مسلمان ہے اور ایک ڈگری درجہ اس کو بعد میں رہا ہے تو اس کو حق نہیں ہوگا۔ عیسائی کا درجہ پہلے ہوگا۔ کیونکہ احکام عام ہیں سبب جو شفع کا ہے اس میں مسلمان اور غیر مسلم برابر ہیں۔ اللہ نے ہدایہ کا قول ہے للعمومات ولانہما یستویان فی السبب والحکمۃ فیستویان فی الاستحقاق اس لئے دونوں استحقاق میں برابر ہیں۔ اس سے قبل ایک دوست نے اسلام میں غلامی کی بات چھیڑ دی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کیا یہ غلامی اسلام کے لئے ایک دھبہ ہے؟ بات شفعہ کی ہوتی ہے کوئی غلامی کا مسئلہ چھیڑتا ہے۔ کل کوئی کہے گا کہ اس زمانے میں حرمت خمر کی بات ہے، کوئی کہے گا کہ اس زمانے میں مخلوط ڈانس کی بات؟ (زوردار تالیاں) بھائی! اسلام نے غلاموں کو آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ اسلام نے غلامی کو ختم کیا۔ اس شفعہ کے مسئلہ کو لیجئے اسی ہدایہ کا ایک اہم جملہ شفعہ کے سلسلہ میں آتا ہے کہ ولہذا یستوی فیہ الذکر والانثی والصغیر والکبیر والباغی والعادل والحر والعبد اذا کان ماذونا او مکاتبا اور چھوٹا اور بڑا اس کے حق میں برابر ہیں اور سننے کی بات آگے ہے کہ آزاد انسان اور غلام انسان بھی اس میں بالکل برابر ہیں۔ یعنی اسلام نے تو غلام کو بھی ان تمام قوانین میں حر کے برابر حق دیا ہے۔ تو جناب میں ان گذارشات کے ساتھ، کیونکہ کافی تفصیلات بیان ہوئی ہیں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

انڈے غذائی اجزاء
پروٹین: ۰.۰۶ گرام
کیلوریز: ۰.۷ گرام
کیلشیم: ۰.۰۳ گرام
فاسفورس: ۰.۱۱ گرام
فولاد: ۱.۵۵ ملی گرام
وٹامن اے: ۵۰۰ آئی۔یو
وٹامن ڈی: ۳۰ آئی۔یو
وٹامن بی ۱۱۴۰ مایئکروگرام
دو انڈے روزانہ
تندرست و توانا
صاف فارمز
بن قاسم۔ کراچی